مولانا عبدالرحمٰن کیلانی

سُود

موجودہ دور میں تجارت اور سُود کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ تاجر لوگ بسا اوقات بنکوں سے قرضے لیکر اپنا کاروبار چلاتے ہیں۔ اس طرح اپنی حلال کمائی میں حرام کی آمیزش کر لیتے ہیں۔ لہٰذا سود کے متعلق معلومات حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام جو ہمارے ہاں فی الوقت رائج ہے، میں سود ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ طبقاتی تقسیم کو فروغ دیتا ہے۔ امیر و غریب کے درمیان جو خلیج پہلے سے حائل ہوتی ہے اسکو وسیع سے وسیع تر کرتا چلا جاتا ہے۔ انسان میں خود غرضی، تنگدلی اور شقاوت جیسے اخلاقِ رذیلہ کی پرورش کرتا ہے اور غریب عوام کا استحصال کرتا ہے۔ حکومت بنکوں کی سرپرست ہونے کی بنا پر انہی کے مفاد کا پورا تحفظ کرتی ہے جس سے بنکوں کو ضرورت مند اور غریب عوام کا خون چوسنے کا پورا پورا موقع میسر آتا ہے۔ اسی حقیقت کی طرف خداوند تعالےٰ نے درج ذیل آیت میں اشارہ فرمایا ہے:

"وما آتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ" (۳۰ : ۳۸)

کہ "جو رقم تم سود پر دیتے ہو تاکہ وہ لوگوں کے مال میں پھلے پھولے تو یہ مال اللہ کے ہاں بالکل نہیں پھولتا پھلتا۔"

اس آیت میں الفاظ "لیربوا فی اموال الناس" کس وضاحت سے اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ اسی بنا پر سود کو قطعاً حرام قرار دیا گیا۔ اور اس جرم کا شمار بڑے سے بڑے کبائر گناہوں میں ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

"ان الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطٰن من المس، ذالک بانہم قالوا انما البیع مثل الربوا واحل اللہ البیع وحرم الربوٰا" (۲/۲۷۵)

"وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں ایسے کھڑے ہوتے ہیں جیسے کہ شیطان نے اس کو چھو کر باؤلا کر دیا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ تجارت بھی تو سود ہی کی طرح ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام!"

یہاں سود خور کی مثال ایک ایسے دیوانے سے دی گئی ہے جسے خود غرضی اور شقاوتِ قلبی نے اندھا کر دیا ہو اور وہ ایسے دلائل تلاش کرنے لگے جن سے تجارت اور سود کو یکساں ثابت کر سکے۔ حالانکہ اگر اس کی عقل صحیح کام نہیں کرتی تب بھی اس کے لئے سود کی حرمت کیلئے یہی فرق کافی تھا کہ اللہ نے بیع کو جائز قرار دیا ہے اور سود کو حرام!

یہاں بیع سے مضاربت ہی مراد ہو سکتی ہے۔ جس کا سود سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ سود اور مضاربت کا فرق بالکل واضح ہے۔ مضاربت میں فریقین میں اخوت اور ہمدردی کے جذبات ہوتے ہیں کیونکہ وہ نفع و نقصان دونوں میں شریک ہوتے ہیں۔ جبکہ سود خور کے حصہ میں محض خود غرضی اور شقاوت آتی ہے اور اسے صرف اپنے مفاد کی فکر ہوتی ہے۔ اسے دوسرے فریق کے نفع و نقصان سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ اسلئے اللہ تعالیٰ سود کو ختم کر کے اس کی جگہ لوگوں میں ایثار کا جذبہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

"یمحق اللہ الربوٰا ویربی الصدقات" (۳۰ : ۳۵)

کہ "اللہ تعالیٰ سود کو ختم کرتا ہے اور صدقات کی پرورش کرتا ہے۔"

سود صرف شخصِ واحد کی ہوسِ زر کو پورا کرتا ہے مگر دوسروں کو اس سے نقصان پہنچتا ہے لیکن صدقات سے عوام الناس کی فلاح و بہبود مقصود ہوتی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ہاں صدقات ہی پسندیدہ ہیں۔

ایک اور مقام پر اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

"یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین ٥ فان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من اللہ ورسولہ۔ وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لاتظلمون ولا تظلمون" (۲ : ۲۷۹)

کہ "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود باقی رہ گیا ہے، چھوڑ دو، اگر تم مومن ہو۔ سو اگر ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اعلانِ جنگ کر دو۔ اور اگر توبہ کر لو تو پھر رأس المال تمہارے لئے ہے ہی (اصل رقم کے تمہی حقدار ہو) نہ تم ظلم کرو، نہ تم پر ظلم ہو۔"

آیت بالا کے آخری الفاظ "لا تَظلِمون ولا تُظلَمُون" سودی معاملات کو ختم کرنے کی نہایت احسن صورت ہے کہ سود خوار مقروض سے سود لے کر اس پر ظلم نہ کرے اور مقروض اس کا راس المال ہی نہ دبا بیٹھے۔ اور اس طرح وہ ظلم کا مرتکب نہ ہو۔ فریقین کو چاہیئے کہ وہ اس راس المال کو قرض ہی تصور کریں اور مقروض بھی اصل رقم کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے۔

اتنے سخت احکام کے باوجود ہمارے نام نہاد مسلم معاشرہ میں سود دن بدن زور پکڑ رہا ہے۔ ہماری ذہنیت مدینہ اور خیبر کے ان یہودیوں جیسی ہو گئی ہے جنہوں نے کہا تھا" انما البیع مثل الربٰو" ہم بھی سود کو حلال کرنے کے درپے ہو چکے ہیں۔ ہمارا ایک طبقہ سود کی بعض جزئیات کو حلال کرنے کی مکمل کوشش میں مصروف ہے۔ سود اور سودی کاروبار اس طرح قوم کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گیا ہے کہ ہر ایک اس سے شعوری اور غیر شعوری طور پر متاثر ہو رہا ہے۔ یہی وہ کیفیت ہے، جس کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیشینگوئی فرمائی تھی:

"عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال" لیأتین علی الناس زمان لا یبقیٰ احد الا آکل الربوا فان لم یأکلہ اصابہ من بخارہ" (ویروی من غبارہ) رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ)

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" لوگوں پر ایک زمانہ آئیگا کہ ہر کوئی سود کھانے والا ہوگا اور اگر سود نہ کھائے تو بھی اس کا بخار (اور دوسری روایت میں الفاظ ہیں "اس کا غبار") اسے ضرور پہنچ کر رہے گا"

تو آج کا دور ایسا ہی دور ہے۔ اس میں اگر ایک مسلمان نیک نیتی سے سود سے بچنا بھی چاہے تو اس کو کئی مقامات پر الجھنیں پیش آتی ہیں۔ مثلاً آجکل جو شخص بھی کوئی گاڑی (سکوٹر، کار، بس، ٹرک وغیرہ) خریدیگا، اسے لازمی بیمہ کرانا پڑیگا۔ ہمارے ہاں یہ قانون ہے کہ جب تک گاڑی کا بیمہ نہ کرایا جائے وہ قابلِ استعمال نہیں ہو سکتی۔ اور بیمہ سود، قمار اور بیع غرر سے ترکیب پاتا ہے۔

اسی طرح سرکاری ملازمین کے پراویڈنٹ فنڈ کا مسئلہ ہے جسمیں کچھ رقم تو ان کی تنخواہ میں سے ماہوار وضع ہوتی ہے اور جمع ہوتی رہتی ہے۔ ساتھ ہی سود در سود کے حساب سے اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اب اس سود کی رقم کا کیا کیا جائے۔ یہ مسئلہ خاصی الجھن کا سبب بنا ہوا ہے۔ بعض لوگوں نے چند ایک مصلحتوں کے پیشِ نظر اس کو لے لینا جائز قرار دیا ہے۔ بشرطیکہ اسے خود استعمال نہ کیا جائے، بلکہ:

ا۔ غریبوں اور یتیموں میں تقسیم کر دیا جائے۔

(ب) اگر کبھی بینک سے قرضہ لینے کی ضرورت پڑے تو اصل سود کی جگہ یہ رقم ادا کر دی جائے۔
(ج) گورنمنٹ جو ناجائز قسم کے ٹیکس عاید کرتی ہے، ایسی مدّات میں یہ سود کی رقم صرف کر دی جائے۔
مگر جب ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ ساری مصلحتیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ لہٰذا اس گندگی سے بہر صورت پرہیز لازم ہے۔ پہلی صورت بظاہر بڑی مستحسن نظر آتی ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کا یہ ارشاد ملاحظہ ہو:

"یا ایہا الذین آمنوا انفقوا من طیبٰت ما کسبتم و مما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون" (۲ : ۲۶۷)

کہ "اے ایمان والو، اپنی پاکیزہ کمائی سے خرچ کرو اور ہم نے تمہارے لئے جو کچھ زمین سے نکالا ہے اس میں سے ناپاک چیز خرچ کرنے کا قصد مت کرو"

یہاں انفاق فی سبیل اللہ میں پاک کمائی صرف کرنے کی تاکید کی جا رہی ہے اور ناپاک کمائی سے منع کیا جا رہا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ سود کبھی پاک نہیں ہو سکتا۔

دوسری اور تیسری صورت اس سے بھی قبیح تر ہے کہ انسان سود لے بھی اور دے بھی۔ صرف اپنی ذات پر خرچ نہ کرے تو ایک مسلمان کیلئے یہ بہت بڑی جسارت ہے جو بہت ہی خطرناک ہے اور جو بالآخر اسے مکمل سود کی لپیٹ میں لے آئے گی۔ نعمان بن بشیر کی مشہور حدیث جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں موجود ہے، اس کے الفاظ ہیں:

"من وقع فی الشبہات، وقع فی الحرام"

کہ "جو شبہ والی چیزوں میں پڑا وہ بالآخر حرام ہی میں جا پڑا"

لہٰذا ایک مسلمان کیلئے محفوظ ترین راستہ یہی ہے کہ مصلحت کوشیوں کو خدا کے سپرد کر دے اور بہر حال اپنے آپ کو اس نجاست سے محفوظ رکھے۔

اس کے علاوہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو محض پیسہ کی حفاظت کی خاطر بینک میں حساب کھولتے ہیں۔ ان کے لئے دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ چالو حساب کھولیں اور سود سے دستبردار ہو جائیں۔ دوسرے سیونگ حساب کھول کر سود بھی وصول کریں۔ وہ لوگ جو سود سے بچنا ضروری سمجھتے ہیں، وہ عموماً چالو حساب ہی کھولتے ہیں۔ اس سلسلہ میں بھی مخالف فریق کا ایک وزنی اعتراض موجود ہے۔ وہ یہ کہ اگر سود بینک کے پاس ہی چھوڑ دیا جائے تو بینک اس رقم سے مزید سودی کاروبار کرے گا جو خدا تعالیٰ کے اس ارشاد مبارک کی خلاف ورزی ہے:

"ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان"

کہ "گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون مت کرو۔"

اس الجھن کا حل میری ناقص عقل میں تو یہی ہے کہ چند باحیثیت محلہ دار مل کر اپنے پیسہ کی حفاظت کا کوئی معقول انتظام کریں۔ کسی معقول آدمی کو امین قرار دے کر امانتیں اس کے سپرد کی جا سکتی ہیں۔ پھر اس کو ایک ادارہ کی شکل دے کر اور بھی کئی مفید کام سوچے جا سکتے ہیں۔ ایسے اداروں کا قیام آج کل تو فرض کفایہ کی اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ لہٰذا معتبر و صاحبِ استطاعت مسلمانوں کو اس طرف ضرور توجہ دینی چاہیئے۔

اب سود کے متعلق چند ارشاداتِ نبوی بھی ملاحظہ فرمالیجیے:

"عن جابر قال: لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء" (مسلم)

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود لینے والے، دینے والے، اس کی دستاویز لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اور فرمایا کہ یہ سب لوگ گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔"

شراب کی طرح سود بھی تمام متعلقہ آدمیوں کو حرمت کی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور انہیں برابر کے مجرم بنا دیتا ہے۔ اس جرم کا اندازہ بھی حضورؐ کی زبانی سنیئے:

"عن ابی ھریرۃ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "الربوٰ سبعون جزءًا، ایسرھا ان ینکح الرجل امہ۔"

"حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سود کے اگر سترؔ حصے کئے جائیں تو اس کا کمزور حصہ بھی (گناہ میں) اپنی ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے۔"

ایک مرتبہ یوں فرمایا:

"وعن عبد اللہ بن حنظلہ غسیل الملائکۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "درھم ربا یأکلہ الرجل وھو یعلم اشد من ستۃ وثلثین زنیۃ،" (رواہ احمد والدارمی)

"عبد اللہؓ بن حنظلہ (غسیل ملائکہ) سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سود کا ایک درہم جو آدمی کھاتا ہے اور وہ (اس کے سودی ہونے کو) جانتا ہے، وہ

گناہ میں چھتیس (۳۶) مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے۔"

لہٰذا ہم مسلمانوں پر لازم ہے کہ نہ صرف خود ہی سود سے بچیں بلکہ اس لعنت کو حتی المقدور اپنے معاشرہ سے بھی ختم کرنے کی کوشش کریں۔

سود دراصل اصل رقم سے "کچھ زیادہ" لینے کا نام ہے۔ یہ زائد رقم مقروض کو مہلت کے عوض ادا کرنی پڑتی ہے۔ سود خور اپنی رقم پر ایک مقررہ شرح سے سود ایک طے شدہ مدت تک وصول کرتا رہتا ہے۔ یہ شرح ضرورت مند کی ضرورت کے مطابق کم و بیش کرلی جاتی ہے۔ بعد میں مدت جتنی زیادہ ہوتی جائے، سود اسی شرح سے بڑھتا جاتا ہے۔ پھر ہر سال یا چھ ماہ یا تین ماہ کے بعد حسبِ معاہدہ سود بھی اصل رقم شمار ہو کر سود در سود کا سلسلہ چل نکلتا ہے۔ یہ سود کی عام مروجہ صورت ہے۔ جس میں مہلت کے عوض "زیادتی" ادا کرنی پڑتی ہے۔ اس کو شرعی اصطلاح میں "ربا النسیئۃ" کہتے ہیں۔

پھر سود کی ایک اور شکل بھی ہے۔ یعنی ہاتھوں ہاتھ لین دین میں کمی بیشی کرنا۔ مثلاً ریزگاری دینے والا یا کرنسی کی تبدیلی کرنے والے، یہ لوگ بازار کی مقررہ قیمت سے (دیتے وقت) کم دیتے ہیں اور لینا ہو تو زیادہ لیتے ہیں۔ بنک بھی یہ کام کرتے ہیں یا بسا اوقات لوگ اپنے مقروض سے ربلا سود قرضہ کی صورت میں) کسی نہ کسی انتفاع کی صورت پیدا کرلیتے ہیں۔ چونکہ یہ سب سود کے چور دروازے ہیں۔ لہٰذا ان سب صورتوں کو شریعت نے ناجائز قرار دیا ہے۔ اس طرح کے سود کو شرعی اصطلاح میں "ربا الفضل" کہتے ہیں۔ اب ربا الفضل اور اس کی مختلف اقسام کے متعلق حضورؐ کے ارشادات ملاحظہ ہوں:

"عن ابی سعید، قال، جاء بلال الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بتمر برنی فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "من این ھذا"؟ قال "عندنا تمر ردی فبعت منہ صاعین بصاع" قال "اوہ عین الربوا، عین الربوا، لا تفعل ولکن اذا اردت ان تشتری فبع التمر ببیع آخر ثم اشتر بہ۔" (متفق علیہ)

ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ بلالؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس برنی کھجور (عمدہ قسم کی) لائے، آپؐ نے فرمایا "کہاں سے لائے؟" کہا "ہمارے پاس ناکارہ کھجوریں تھیں، تو میں نے ایک صاع کے بدلے دو صاع کے حساب سے بیچ دیں۔" آپؐ نے فرمایا "اوہ! خالص سود، خالص سود! ایسا مت کرو، ہاں جب ایسا ارادہ ہو تو اپنی کھجور الگ بیچو اور دوسرے سودے سے خود خرید لو۔"

(یعنی ان کو پہلے قیمتاً فروخت کرو، پھر اس رقم سے عمدہ کھجوریں خرید لو!)

دوسرا واقعہ بھی ملاحظہ فرمائیے :

"عن سعد بن ابی وقاص قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سئل عن شری التمر بالرطب فقال: "أینقص الرطب اذا یبس؟" فقال نعم۔ فنھاہ عن ذالک" (رواہ مالک والترمذی وابو داؤد والنسائی وابن ماجۃ)

"سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ میں نے سنا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تازہ کھجور کے عوض خشک کھجور خریدنے کے متعلق پوچھا گیا۔ آپؐ نے فرمایا "کیا تازہ کھجور خشک ہو کر (وزن میں) کم ہو جاتی ہے؟" کہا، "ہاں!" پس آپؐ نے اس سے منع فرمایا۔"

ربا الفضل کے متعلق عام حکم یوں ارشاد فرمایا :

"عن ابی سعید الخدری قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الذھب بالذھب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل، یداً بید فمن زاد او استزاد فقد اربی الآخذ والمعطی فیہ سواء" (رواہ مسلم)

"حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گندم گندم کے عوض، جو جو کے عوض، کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے، ایک ہی جیسے (وزن میں) اور دست بدست خرید و فروخت جائز ہے۔ پس جس نے زیادہ لیا یا زیادہ کا مطالبہ کیا، اس نے سود کھایا۔ لینے والا اور دینے والا دونوں (گناہ میں) برابر کے شریک ہیں۔"

اس حدیث میں چھ اجناس شمار کی گئی ہیں۔ سونا، چاندی، گندم، جو، کھجور اور نمک۔ اگر ان کی برابر برابر دست بدست سودا بازی کی جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر پھر ایسے تبادلہ کی ضرورت ہی کیا ہے!

ظاہر ہے کہ چیزوں کے تبادلہ کی ضرورت اسی صورت میں پیش آ سکتی ہے جبکہ ایک جنس قدرے ناقص ہو اور دوسری نسبتاً بہتر ہو۔ جیسے حضرت بلالؓ نے تبادلہ کیا۔ لیکن آپؐ نے انہیں منع فرما دیا۔ دراصل شریعت ہم سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ اگر اپنے بھائی سے اتنا ایثار کر سکو کہ اس کو ناقص چیز کے عوض اتنی ہی مقدار میں اچھی چیز دے دو تو بہت خوب ہے۔ اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو دونوں جنسوں کی قیمت بازار کے موجودہ نرخوں کے حساب سے متعین کرو۔ پھر اسی حساب سے آپس میں تبادلہ کر لو۔ ایک کو بیچ کر دوسری خرید لو۔ براہِ راست تبادلہ میں "زیادہ ستانی" کی ہوس پرورش پاتی ہے، جو بالآخر

سود کے دروازوں تک لے جاتی ہے اور اسلام کا یہ طریقہ ہے کہ وہ جس چیز کو حرام قرار دیتا ہے، اس کے چور دروازوں پر بھی پہرے بٹھا دیتا ہے تاکہ کہیں سے بھی اندر داخل ہونے کی گنجائش نہ رہے۔

مقروض سے ہدیہ وصول کرنا بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔ الّا یہ کہ مقروض اور قرض خواہ کے درمیان پہلے سے بھی ایسے ہدیہ کے تبادلہ کے تعلقات موجود ہوں۔ ارشادِ نبوی ملاحظہ فرمائیے:

"عن انس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال اذا قرض الرجل الرجل فلا یأخذ هدیۃ" (رواہ البخاری)

حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "جب کوئی شخص کسی دوسرے آدمی کو قرض دے تو پھر اس سے ہدیہ قبول نہ کرے"

دوسرا ارشاد ملاحظہ ہو:

"عن ابی امامۃ، ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: من یشفع لاحد شفاعۃ فاهدی لہ هدیۃ علیها فتقبلها فقد اتی بابا عظیما من ابواب الربوا" (ابوداؤد)

کہ "ابو امامۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی کسی شخص کی سفارش کرے پھر وہ اس سفارش کے عوض اس سفارش کنندہ کو کوئی تحفہ بھیجے اور پھر وہ اسے قبول کرلے تو وہ سود کے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازے میں داخل ہوگیا"

اب حضرت عبداللہ بن سلامؓ کی زبانی ایک اور قسم کے سود کی تعریف سنیئے:

"عن ابی بردۃ بن ابی موسیٰ قال: قدمت المدینۃ فلقیت عبد اللہ بن سلام فقال: انک بارض فیها الربوا فاش فاذا کان لک علی رجل حق فاهدی الیک حمل تبن او حمل شعیر او حبل قت فلا تأخذہ فانہ ربوا" (بخاری)

"ابی بردہ بن ابی موسیٰ سے روایت ہے کہ میں مدینہ آیا تو عبداللہ بن سلام سے ملا۔ انہوں نے کہا کہ تو اس سرزمین میں رہتا ہے جہاں علانیہ سود کا رواج ہے۔ سو اگر تیرا کسی شخص پر حق (قرضہ) ہو اور وہ تجھے بھس کا گٹھا یا جو یا گھاس کا گٹھا ہدیہ دے تو مت قبول کر کیونکہ وہ سود ہے"

ذیل میں سود کی ایک ایسی قسم درج کی جاتی ہے جس کا ہمارے ہاں عام رواج ہے اور کسی کو یہ احساس تک نہیں کہ اس قسم کی سودا بازی بھی سود ہے۔ حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں:

"عن ابی هریرۃ، قال: نهی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن بیعتین فی بیعۃ" (رواہ مالک والترمذی وابوداؤد والنسائی)

"حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی چیز کو دو مختلف صورتوں میں بیچنے سے منع فرمایا" (یعنی نقد کم قیمت پر اور ادھار زیادہ قیمت پر، کیونکہ یہ بھی سود ہے)

"ولابی داؤد من باع بیعتین فی بیعۃ فلہ اوکسہما او الربوٰ"

اور ابو داؤد میں ہے کہ "جس کسی نے ایک چیز دو مختلف صورتوں میں بیچی تو خریدار کم قیمت والی کا مستحق ہے یا پھر وہ سود ہے"

(باقی آئندہ ان شاء اللہ!)

اطلاع ضروری

● بہت سے احباب کی مدت خریداری اس شمارے کے بعد ختم ہو جائے گی۔ بطور اطلاع ان کے نام آنے والے پرچے پر "آپ کا چندہ ختم ہے،" کی مہر لگا دی گئی ہے۔ اپنا پرچہ چیک کرلیں اور نوٹ فرمالیں کہ اس اطلاع کے بعد، پندرہ دن کے اندر اندر، آئندہ خریداری جاری رکھنے کی صورت میں سالانہ زرِ تعاون بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمادیں یا اگلے ماہ (فروری کا شمارہ) بذریعہ وی پی پی وصول کرنے کے لئے تیار رہیں ——— اور (خدانخواستہ) آئندہ خریداری جاری نہ رکھنے کی صورت میں دفتر کو اطلاع دیں کہ وی پی پی روانہ نہ کیا جائے۔ ورنہ بعد میں کوئی معذرت قابلِ قبول نہ ہوگی۔ یاد رکھئے

وی۔پی۔پی واپس کرنا اخلاقی جرم ہے

● بعض اوقات تازہ پرچہ محفوظ رکھنے کی خاطر وی پی پیکٹ میں پرانا پرچہ ارسال کر دیا جاتا ہے، اور وی پی پی وصول ہونے کے فوراً بعد تازہ پرچہ عام ڈاک سے روانہ کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اسے کسی بددیانتی پر محمول نہ کیا جائے۔ والسلام!

مینجر